جلد بازی شیطان کا کام

س: دو مقولے ہیں جنھیں ہم عام طور پر لوگوں کی زبانوں سے سنتے ہیں اور وہ دونوں مقولے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ پہلا مقولہ یہ ہے کہ "جلد بازی شیطان کا کام ہے" اور دوسرا یہ کہ "سب سے بھلی نیکی وہ ہے جو جلد کر لی جائے"۔ کیا یہ دونوں مقولے احادیث نبویؐ ہیں؟ اگر ہیں تو ان دونوں کے درمیان مطابقت کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اگر حدیث نہیں ہیں تو ان میں کون سا صحیح ہے اور کون سا غلط؟

ج: پہلا مقولہ تو ایک حدیث نبوی کا جزو ہے۔ پوری حدیث یوں ہے:

الأناة من اللّٰه والعجلة من الشیطان (ترمذی) 'ٹھیر ٹھیر کر عمدگی سے کام کرنا اللہ کی صفت ہے اور جلد بازی شیطان کی صفت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جلد بازی کو ہر زمانے میں اور ہر قوم نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ اس کے برعکس ٹھیر ٹھیر کر خوش اسلوبی کے ساتھ کام نمٹانے کی تعریف ہر زمانے کے ذی شعور لوگوں نے کی ہے۔ اس مفہوم کا حامل ایک مشہور مقولہ ہے: فی التأنی السلامة وفی العجلة الندامة 'سوچ بچار کر ٹھیر ٹھیر کر کام کرنے میں سلامتی ہے' اور جلد بازی میں ندامت ہے۔

ابن قیم فرماتے ہیں کہ جلد بازی کو شیطان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جلد بازی میں جو فیصلہ کیا جاتا ہے اس میں ہلکا پن' غصہ اور طیش شامل ہوتا ہے جو بندے کو وقار' بردباری اور ثبات سے دُور کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے نتائج ہمیشہ برے ہوتے ہیں۔ حدیث نبویؐ ہے: یستجاب للعبد مالم یستعجل (بخاری) 'بندے کی دعا قبول ہوتی ہے اگر وہ جلدی نہ مچائے۔

رہا دوسرا مقولہ تو وہ کوئی حدیث نہیں ہے۔ البتہ حضرت عباسؓ سے اسی مفہوم کا ایک قول مروی ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ: لا یتم المعروف الا بتعجیله ، بھلا کام اُسی وقت پورا ہوتا ہے جب اسے جلد از جلد کر لیا جائے۔ اس قول میں بھلائی کے کام کو جلد کرنے کی ترغیب ہے۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنا اور اس کی طرف تیزی سے لپکنا' ایک پسندیدہ اور قابلِ تعریف صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں کی تعریف فرمائی ہے: اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ (المومنون ۲۳:۶۱)

"یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں"۔ ایک دوسری آیت ہے: فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرہ ۲: ۱۴۸) "بھلائیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ"۔ چنانچہ یہ دوسرا مقولہ اپنے معنی و مفہوم کے اعتبار سے بالکل درست ہے گرچہ یہ حدیث نہیں ہے۔ اور اس مقولے اور مذکورہ حدیث کے درمیان معنی و مفہوم کے اعتبار سے کوئی تناقض بھی نہیں ہے کہ مطابقت کی ضرورت ہو۔

علماے کرام نے ٹھیر ٹھیر کر کام کرنے کو قابلِ تعریف اور جلد بازی کو قابلِ مذمت تین شرطوں کے ساتھ ٹھیرایا ہے:

۱- پہلی شرط یہ ہے کہ وہ کام جس کا کرنا مقصود ہو اگر اطاعت الٰہی اور بھلائی اور نیکی کے دائرے میں آتا ہے تو اس میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنا اور اس میں جلد بازی کرنا، نہ صرف قابلِ تعریف ہے بلکہ یہی مطلوب و مقصود ہے۔ نبیؐ نے حضرت علیؓ کو ہدایت کی تھی کہ اے علیؓ! تم تین چیزوں میں کبھی تاخیر نہ کرنا: نماز جب اس کا وقت ہو جائے، جنازہ جب سامنے لاکر رکھ دیا جائے، اور کنواری لڑکی کا نکاح جب اس کا بَر مل جائے۔ (ترمذی)

مشہور عالم دین ابوالعیناء کو کسی نے جلد بازی سے منع کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو موسیٰؑ کبھی اللہ سے یہ نہ کہتے کہ: وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝ (طٰہٰ ۲۰: ۸۴) "اور اے رب میں تیرے پاس جلدی چلا آیا تاکہ تو راضی ہو جائے"۔

۲- وہ جلد بازی قابلِ مذمت ہے، جو بغیر غور و فکر اور تدبر کے ہو۔ کسی کام میں غور و فکر اور مشورہ کر لینے کے بعد اس میں ٹال مٹول سے کام لینا کوئی تعریف کی بات نہیں۔ یہ تو سستی اور کاہلی کی علامت ہے۔ قرآن فرماتا ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ (آل عمرٰن ۳: ۱۵۹) "اور دین کے کام میں ان کو بھی شریکِ مشورہ رکھو۔ پھر جب تمھارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسا کرو"۔

۳- ٹھیر ٹھیر کر کام کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اتنی تاخیر کر دے کہ مقصد ہی فوت ہو جائے، یا مطلوبہ کام کا وقت ہی نکل جائے۔ اس لیے کہ وقت نکل جانے کے بعد کفِ افسوس ملنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوگا۔ (علامہ یوسف القرضاوی، فتاویٰ یوسف القرضاوی، ترجمہ: سید زاہد اصغر فلاحی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ص ۵۵-۵۷)